قتل کا موجد

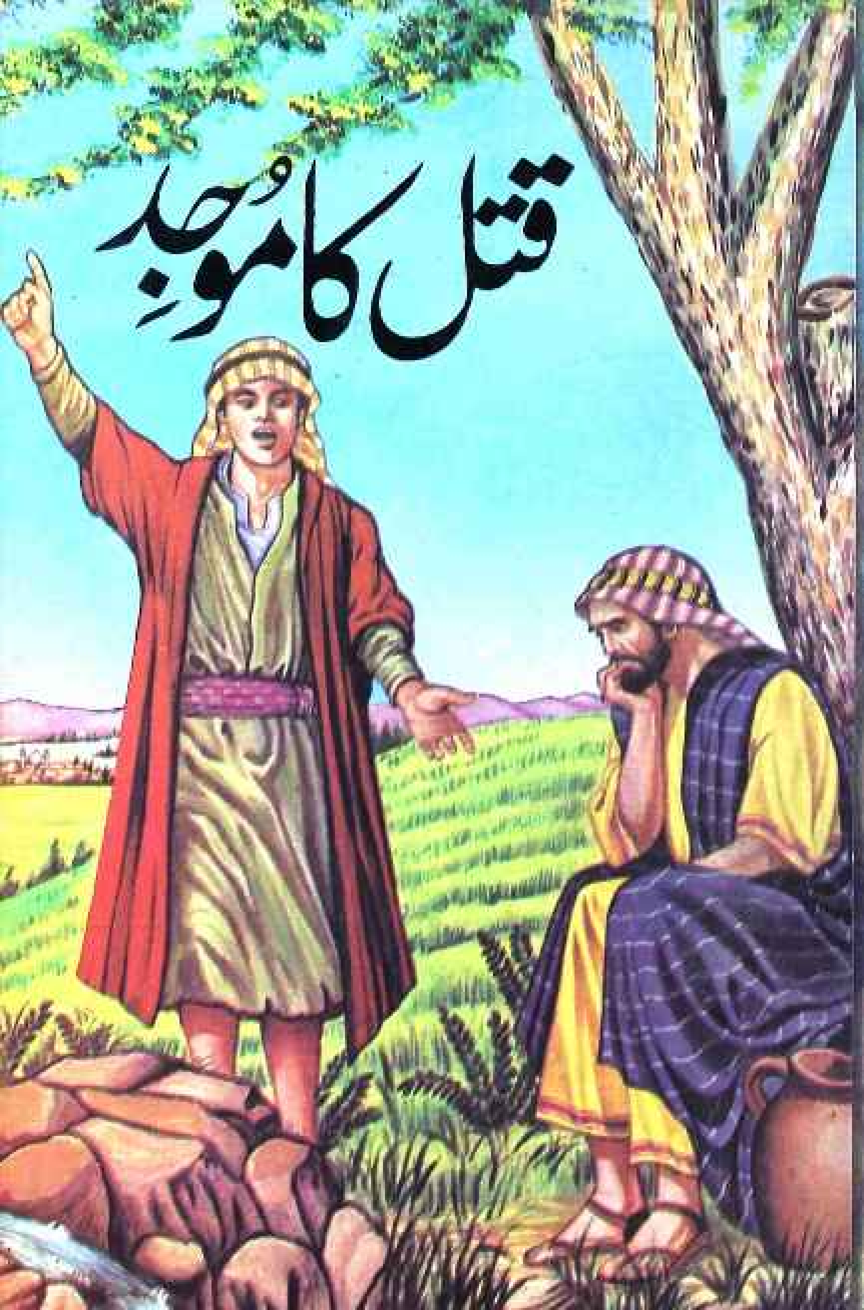

التماس

سورۃ فاتحہ برائے ایصال ثواب

مرحوم غلام حیدر ابن محمد علی کارانی

مرحومہ انیسہ فاطمہ بنت غلام رضا کارانی

قتل کا موجد

کہانی : مصطفیٰ زمانی

نگارش : ڈاکٹر محمد نیاز

جامعہ تعلیماتِ اسلامی پاکستان
پوسٹ بکس نمبر ۵۴۲۵ کراچی ۲

جملہ حقوق محفوظ ہیں!

کہانی ——— مصطفیٰ زمانی
نگارش ——— ڈاکٹر محمد نیاز
کتابت ——— اشرف راحت
تصحیح ——— کاظم علی گجراتی
مطبع ——— پراغا پرنٹنگ، کراچی
طبع سوئم ——— ۱۹۹۹ء

اہتمام
رضا حسین رضوانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

جو بچے پالنے میں ہوں ، لوریاں سننا پسند کرتے ہیں۔
جو بچے پالنے کی حدود سے نکل گئے ہوں ، ننھی منی کہانیاں سننا پسند کرتے ہیں۔ مگر لوری کیا صرف پالنے کا تحفہ ہے ؟ اور کہانی کیا عمر کے کسی خاص مرحلے تک کی چیز؟ جی نہیں! انسان تو زندگی بھر لوریاں سننا اور سنانا پسند کرتا ہے اور زندگی بھر کہانیاں بھی کیونکہ ان دونوں ہی چیزوں کی پسندیدگی اس کی فطرت میں شامل ہے۔ البتہ انکی شکلیں بدل جاتی ہیں۔

وہ لوری ترقی کر کے شعر و نغمہ میں ڈھل جاتی ہے۔ اور ننھی منی کہانی پھیل کر ہمہ گیر واقعات کا روپ دھار لیتی ہیں۔

وہ ہمہ گیر واقعات فرضی بھی ہو سکتے ہیں اور حقیقی بھی۔ واقعات فرضی ہوں یا حقیقی کئی شکلوں میں لکھے جا سکتے ہیں۔ قصہ، حکایت، افسانہ، داستان، ناول، ڈرامہ!

واقعات خواہ بیانیہ اسلوب میں کیوں نہ لکھے جائیں، مکالمے ان میں بھی موجود ہوتے ہیں۔ قرآن مجید اسلوب بیانیہ کہلاتا ہے مگر نقلِ واقعات میں مکالمے وہاں بھی موجود ہیں:

"اور جب کہا ابراہیمؑ نے کہ میرا رب وہ ہے جو زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے تو اس (نمرود) نے کہا کہ میں زندگی بخشتا اور موت دیتا ہوں۔ ابراہیمؑ نے کہا پھر تو میرا رب سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اسے مغرب سے نکال۔" (سورۂ بقرہ۔ آیت ۲۵۸)

ایسی ہی اور بھی مثالیں نقل کی جا سکتی ہیں۔
بیحد ترقی یافتہ ذہن ایک جامع کلمہ سے ایک ہزار نتائج نکال سکتا ہے۔ مگر یہ ذہن عمر پاکر حاصل ہوتا ہے۔ کثرتِ مکالمہ اور نتائج نکالنے کے لیے مشق اور مزاولت اس کی شرائط میں شامل ہیں۔ بچوں کے ترقی طلب اور ترقی پذیر ذہن سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی۔

بات یہ ہے کہ بچوں کی طمانیت اور تسکین کے لیے وضاحتیں اور کچھ زیادہ وضاحتیں مطلوب ہوتی ہیں۔

جو کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے اس میں اسی نفسیاتی حقیقت کے پیش نظر ایک خاص اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔

جناب مصطفیٰ زمانی صاحب کی فارسی کہانی کو ڈاکٹر محمد نیاز صاحب نے اس خوب صورتی سے اردو میں لکھا ہے کہ اس پر اصل کا گمان ہوتا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ ہمارے بچے اِس خوبصورت انداز میں لکھی ہوئی یہ اچھی اور پیاری باتیں پڑھنا پسند کریں گے۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں بچہ تھا۔ تب میرے بھائی جان بھی مجھ سے کچھ ہی بڑے تھے۔ ہم دونوں باہر نکلتے تو اسکول جاتے۔ گھر میں ہوتے تو دادی اماں کے پاس۔

اوّل تو دادی اماں ہمیں ٹافیاں کھلاتیں۔ دوسرے کہانیاں سناتیں۔ ہمیں ٹافیوں کی بھی رغبت تھی، کہانیوں کا بھی شوق تھا اور دادی اماں کے پاس ٹافیوں کی کمی نہ کہانیوں کی۔ اِدھر خواہش کرو اُدھر ٹافی حاضر۔ اِدھر فرمائش کرو، اُدھر کہانی شروع۔ اوپر سے بات یہ تھی کہ جب کبھی ابّو یا امّی

ہمیں کسی بات پر چپت رسید کرنا چاہتے تو دادی اماں آڑے آجاتیں۔ کہتی تھیں: میں بیٹے کی ماں، بہو کی ساس اور بچّوں کی دادی ہوں۔ میرا رتبہ سب سے بڑا ہے۔ مارنا ہوگا تو میں ماروں گی۔ میرے سامنے بچّوں کو کوئی نہ مارے ــــــ دوسری طرف دادی اماں ہمیں کبھی مارتی نہیں تھیں۔

تو ان ہی دنوں کی بات ہے کہ میری امی بھائی جان کو سمجھا رہی تھیں:

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ تمہارے پاس قلم نہیں ہے نا! تو تمہارے ابّو تمہارے لیے بھی قلم خرید لائیں گے۔"

مگر بھائی جان کو شکایت یہ تھی کہ ان کے لیے قلم پہلے کیوں نہیں خریدا گیا؟ میرے لیے پہلے کیوں لایا گیا؟"

امی نے کہا: "پہلے اور بعد کا جھگڑا چھوڑو۔ یہ حسد کی بات ہے۔"

اِدھر سے میں نے پوچھ لیا: "امی جان! یہ

حسد کیا ہوتا ہے ؟"

کہنے لگیں : "وہی جو قابیل نے ہابیل سے کیا تھا"

میں نے پوچھا : "قابیل اور ہابیل کون ؟"

بولیں : "مجھے اس وقت فرصت نہیں ـــــ تم یہ سوال جاکر اپنی دادی اماں سے کرو"

میں اٹھا اور بڑے اطمینان سے دادی اماں کے پاس گیا۔ وہ اس وقت اپنی چھالیہ کتر رہی تھیں۔ مجھے دیکھتے ہی بولیں : "ہاں ہاں! میں نے تمہاری امی کی بات سن لی ہے۔ آجاؤ! میں ہابیل قابیل کی کہانی سناتی ہوں۔ مگر پہلے یہ بتاؤ ـــــ بابا آدمؑ اور اماں حوّا کا نام سنا ہے ؟"

اتنا سننا تھا کہ بھائی جان نے چھلانگ لگائی اور وہ بھی دادی اماں کے پاس آپہنچے ـــــ آخر وہ بھی ٹافیوں اور کہانیوں پہ جان دیتے تھے ـــــ کہنے لگے : "ہاں ہاں! دادی اماں! میں نے سنے ہیں یہ نام!"

اس پہ میں نے کہا : "دادی اماں! آپ نے

خود ہی تو بابا آدمؑ اور اماں حوّا کی کہانی سنائی تھی۔"

دادی اماں خوش ہو کر بولیں: "لو اپنی ٹافیاں کھاؤ۔ تم کتنے پیارے ہو! کہانیاں سنتے ہو تو یاد بھی رکھتے ہو۔ اچھا تو لو۔ اب سنو! ہابیل اور قابیل ان ہی بابا آدمؑ اور اماں حوّا کے دو بیٹے تھے۔ دونوں آپس میں سگے بھائی ہوئے۔ ایک بھائی نے دوسرے بھائی کو قتل کر دیا تھا۔۔۔"

"ہائیں؟ — قتل؟" میرے منہ سے نکلا۔

"ہاں بیٹے!" دادی اماں بولیں: "قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تھا۔"

بھائی جان نے پوچھ لیا: "دادی اماں! ان میں بڑے کون تھے؟"

دادی اماں مسکرا کر بولیں: "بڑے؟ ہاں تم بھی اپنے بھائی سے بڑے ہو نا؟ تمہیں ضرور پوچھنا چاہیے۔ سنو! بڑا قابیل تھا۔ اس نے اپنے چھوٹے بھائی کو قتل کیا تھا۔ چھوٹے بھائی ہابیل تھے۔"

میں نے پوچھا: "کیوں قتل کیا تھا؟"

کہنے لگیں: "وہ تو شروع سے بتانا پڑے گا۔"
میں نے کہا: "پھر شروع سے بتائیے۔"
بھائی جان نے بھی کہا: "ہاں دادی امّاں
شروع سے!"
اس پر دادی اماں نے کہا: "میں شروع سے ہی
سناؤں گی۔ مگر خاموشی سے سننا۔ بیچ میں زیادہ
ٹوکنا، ورنہ میں بھول جاؤں گی۔"
"..... بات یہ ہے کہ بابا آدمؑ کے بیٹے
اور بھی تھے۔ ان کے بیٹیاں بھی تھیں۔ مگر سب
میں ہابیل جو تھے سو بڑے نیک تھے۔ وہ اپنے
باپ کی تعظیم کرتے تھے۔ ماں کا احترام کرتے تھے
اللہ کا ہر حکم مانتے تھے ــــ اور تو اور ــــ خو
قابیل کی بھی عزت کرتے تھے کیونکہ قابیل ان
بڑا بھائی جو تھا۔"
بھائی جان نے پوچھا: "اس کا ثبوت کیا
کہ وہ قابیل کی بھی عزت کرتے تھے؟"
دادی اماں: "بڑا پیارا سوال ہے۔ اس

ثبوت یہ ہے کہ ہابیل نے قابیل کے ہاتھ سے قتل ہو جانا گوارا کر لیا مگر خود اس پہ ہاتھ نہیں اٹھایا۔"

اتنا کہہ کر دادی اماں رُک گئیں۔ پھر بولیں:
"میں اس سے پہلے کیا کہہ رہی تھی؟"

میں نے یاد دلایا: "چھوٹے بھائی، اپنے بڑے بھائی کی بھی عزت کرتے تھے۔"

دادی اماں: "ہاں ہاں! وہ اپنے تمام بڑوں کی عزت کرتے تھے۔ چھوٹوں کو پیار کرتے تھے۔ کیونکہ ان کے باپ نے انہیں یہی بتایا تھا۔"

"اور باپ کو کس نے بتایا تھا دادی اماں؟" بھائی جان نے پوچھا۔

میں نے کہا: "ان کے باپ نے؟"

دادی اماں: "نہیں نہیں — بابا آدمؑ تو سب پہلے انسان تھے۔ ان کے کوئی باپ نہیں تھے۔ للہ تعالیٰ نے انھیں مٹی سے بنایا تھا۔ بات یہ کہ اپنی اولاد سے محبت ہو یا اللہ کی عبادت ہو،

سب کچھ انھیں اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا۔ یہ بات بھی اللہ تعالیٰ نے ہی بتائی تھی کہ وہ اپنی اولاد کو تعلیم دیں کہ ماں باپ اور دوسرے تمام بڑوں کی عزت کرنا ان کا فرض ہے۔ تمام چھوٹوں کو پیار کرنا ان کا فرض ہے —— پھر بابا آدمؑ نے اپنے سب بچوں کو یہ تعلیم دی تو ہابیل نے ان کی تعلیم پر سب سے زیادہ عمل کیا۔ اسی لیے وہ اپنے ماں باپ کے نزدیک بھی سب سے زیادہ پیارے ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کا رتبہ سب سے زیادہ بڑھایا۔"

"وہ کس طرح؟" بھائی جان نے پوچھا۔

"وہی تو بتا رہی ہوں۔" دادی اماں نے جواب دیا: "کہتے ہیں کہ جب بابا آدمؑ بالکل بوڑھے ہوگئے اور ان کے مرنے کا وقت قریب آیا تو ان کو فکر ہوئی کہ ان کے بعد ان کی اولاد کا کیا بنے گا؟ ان کے بچوں اور بچیوں کو صحیح اور غلط کی تمیز کون دے گا؟ ان کو بھلے اور بُرے کاموں

کے بارے میں کون سمجھائے گا؟ اسی فکر میں انھوں نے ایک روز اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

"اے میرے اللہ! میرے بال سفید ہو گئے۔ میرا جسم کمزور ہو گیا۔ میری موت کا وقت قریب ہے۔ اب میرے بعد میری اولاد کی دیکھ بھال کون کرے گا؟

اے میرے اللہ! میں زندگی بھر تیرے حکم پہ چلتا رہا۔ اپنی بیوی کو تیرے حکم پہ چلاتا رہا۔ اپنی اولاد کو بھی تیرا حکم سناتا رہا۔ اب میرے بعد یہ سب کام کون کرے گا؟

اے اللہ! میری یہ مشکل آسان فرما!"

بابا آدمؑ کی اس دعا کا جواب اللہ تعالیٰ نے یوں دیا:

"اے آدمؑ! تیرے بعد تیرا وہ بیٹا یہ سارے کام کرے گا جو سب سے زیادہ

پرہیزگار ہو۔ جو سب سے زیادہ میری
بندگی کرتا ہو۔ جو سب سے زیادہ مجھ
سے محبت رکھتا ہو۔ جو سب سے زیادہ
مجھ سے ڈرتا ہو۔"

بابا آدمؑ نے اللہ کا حکم سنا تو سوچ میں پڑ گئے۔ سوچ اس بات کی تھی کہ ان کے بیٹوں میں ایسا بیٹا کون ہے، جیسا اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے۔ رہ رہ کر ان کا خیال ہابیل ہی کی طرف جانے لگا۔ کیونکہ سب سے زیادہ پرہیزگار ہابیل ہی تھے۔ سب سے زیادہ اللہ کی بندگی ہابیل ہی کرتے تھے۔ وہی سب سے زیادہ اللہ سے محبت رکھتے تھے اور ان ہی کے دل میں اللہ کا ڈر زیادہ تھا۔

بابا آدمؑ نے اللہ کے اس حکم کا اعلان کر دیا۔ ساتھ ہی یہ خیال بھی ظاہر کر دیا کہ اللہ کے حکم کے مطابق ہابیل ہی مناسب آدمی ہیں۔ اس اعلان کا سننا تھا کہ قابیل کو ہابیل سے بڑی دشمنی ہوگئی۔ اس کو خیال پیدا ہوا کہ وہ ہابیل سے بڑا ہے۔

یہ مرتبہ اس کو ملنا چاہیے تھا۔ یہ ٹھیک وہی خیال ہے جو بابا آدمؑ کے مقابلے میں ابلیس کے دل میں پیدا ہوا تھا۔ اس نے بھی یہی سوچا تھا کہ وہ بابا آدمؑ سے بڑا ہے۔ زمین پر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اس کو ہونا چاہیے تھا۔

اتنا بیان کرکے دادی اماں نے پوچھا: "وہ واقعہ، ابلیس اور آدمؑ کا تمہیں بتا چکی ہوں۔ یاد ہے نا؟"

ہم نے کہا: "جی ہاں! یاد ہے۔ وہی جو ابلیس نے بابا آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔"

دادی اماں: "ہاں! یہاں بھی قابیل نے ہابیل کو بابا آدمؑ کا جانشین ماننے سے انکار کر دیا۔"

میں نے کہا: "جانشین کیا؟"

دادی اماں: جانشین ایسے آدمی کو کہتے ہیں، جو کسی کے مرنے کے بعد اس کی جگہ لے اور وہی سب کام کرنے کا ذمہ دار ہو جو مرنے والا

کیا کرتا تھا۔ اب تم جانو۔ جو کوئی لوگوں کی خدمت کرتا ہے، لوگ بھی اس کا احترام کرتے ہیں۔ اگر بابا آدمؑ لوگوں کی خدمت کرتے تھے تو لوگ بھی ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ قابیل نے بابا آدمؑ کی خدمت اور ان کی ذمہ داریوں کو تو نہیں دیکھا۔ البتہ جو احترام بابا آدمؑ کا کیا جاتا تھا اس پہ اس کی نظر گئی۔ اس نے سوچا ہابیل باپ کا جانشین ہوگا، تو لوگ اس کا احترام بھی اسی طرح کریں گے جس طرح باپ کا احترام کرتے ہیں۔ اس خیال کے پیدا ہوتے ہی اس کو ہابیل سے دشمنی ہوگئی، اسی کو حسد کہتے ہیں۔

"اچھا اچھا!" میرے منہ سے نکلا۔ "تو یہی حسد ہے جو امی، بھائی جان کو بتا رہی تھیں؟"

دادی اماں: "ہاں اسی کو حسد کہتے ہیں۔ یہ حسد بہت بری بلا ہے۔ حسد کرکے ابلیس کا خانہ خراب ہوا اور حسد ہی کرکے قابیل مردود ہوا۔ یاد رکھو! دنیا کا سب سے پہلا حاسد ابلیس

ہوا ہے جس نے بابا آدمؑ سے حسد کیا اور دنیا کا دوسرا حاسد قابیل ہوا، جس نے ہابیل سے حسد کیا۔

بابا آدمؑ کو بھی جو رتبہ ملا تھا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملا تھا۔ ان کے بیٹے ہابیل کو بھی جو رتبہ ملا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملا۔ وہاں ابلیس کو ناگوار ہوا، یہاں قابیل کو ناگوار ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے نرمی کے ساتھ سوال کیا تھا ——"آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم میں نے دیا تھا۔ پھر تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟"

اس پر ابلیس کہہ سکتا تھا:

"بارالٰہا! یہ میری نادانی اور غلطی تھی مجھے معاف کر دے۔"

مگر ابلیس نے معافی نہیں مانگی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ بحث کرنے لگا، اس پر مردود ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے قابیل کو بھی سنبھل جانے کا ایک موقع دیا۔ وہ اس طرح کہ بابا آدمؑ کو حکم دیا کہ وہ اپنے دونوں بیٹوں کو کہیں

کہ وہ اللہ کے سامنے اپنی قربانیاں پیش کریں۔ ان قربانیوں کی صورت یہ ہوگی کہ وہ غور کریں، ان کے پاس جو کچھ مال مویشی ہے، اس میں کون سی چیز سب سے زیادہ انہیں پسند ہے؟ جو چیز انھیں سب سے زیادہ پسند ہو، اس کو لے جا کر ایک پہاڑی پر رکھ دیں۔ اب اللہ تعالیٰ کو جس کی قربانی قبول ہوگی اس کی رکھی ہوئی چیز جل جائے گی۔ اس کو جلانے کے لیے آگ غیب سے ظاہر ہوگی۔

بابا آدمؑ نے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم سب کو سنا دیا۔

اس حکم کو سن کر ہابیل نے اپنے پالتو جانوروں پر نظر ڈالی۔ انھوں نے سوچا: "یہ جانور ہی زیادہ قیمتی ہیں۔" ان جانوروں میں بھی ایک مینڈھا سب سے زیادہ اچھا تھا۔ اس مینڈھے سے ہابیل کو بڑی چاہت تھی۔ مگر جتنی چاہت مینڈھے سے تھی اس سے زیادہ ان کو اللہ سے محبت تھی۔ انھوں نے مینڈھے کو پہاڑی پر پہنچایا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

"اے میرے پروردگار! میں یہ مینڈھا قربانی

کے لیے لایا ہوں۔ یہ میرے سارے ریوڑ
میں سب سے زیادہ اچھا نظر آیا۔ اگر
میں نے فیصلے میں کوئی غلطی کی ہے
تو تُو بڑا بخشنے والا ہے۔"

انھوں نے یہ بھی کہا:

"اے میرے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ
یہ مینڈھا چوری کا نہیں ہے۔ کسی
سے چھینا ہوا بھی نہیں ہے۔ تجھے معلوم
ہے کہ میں اس طرح کے کام کرتا ہی
نہیں۔ یہی میرے باپ نے بتایا ہے۔
میں نے تو اس مینڈھے کو بڑی محنت
سے پالا ہے۔ مجھے یہ بہت پسند ہے"
تو جو چیز سب سے زیادہ پسند ہے اسی
کی قربانی دے رہا ہوں۔ پھر بھی اگر
مجھ سے کوتاہی ہو گئی ہو تو مجھے معاف
کر دینا۔"

اللہ تعالیٰ کو ہابیل کا یہ طریقہ پسند آیا۔ ان کی چیز

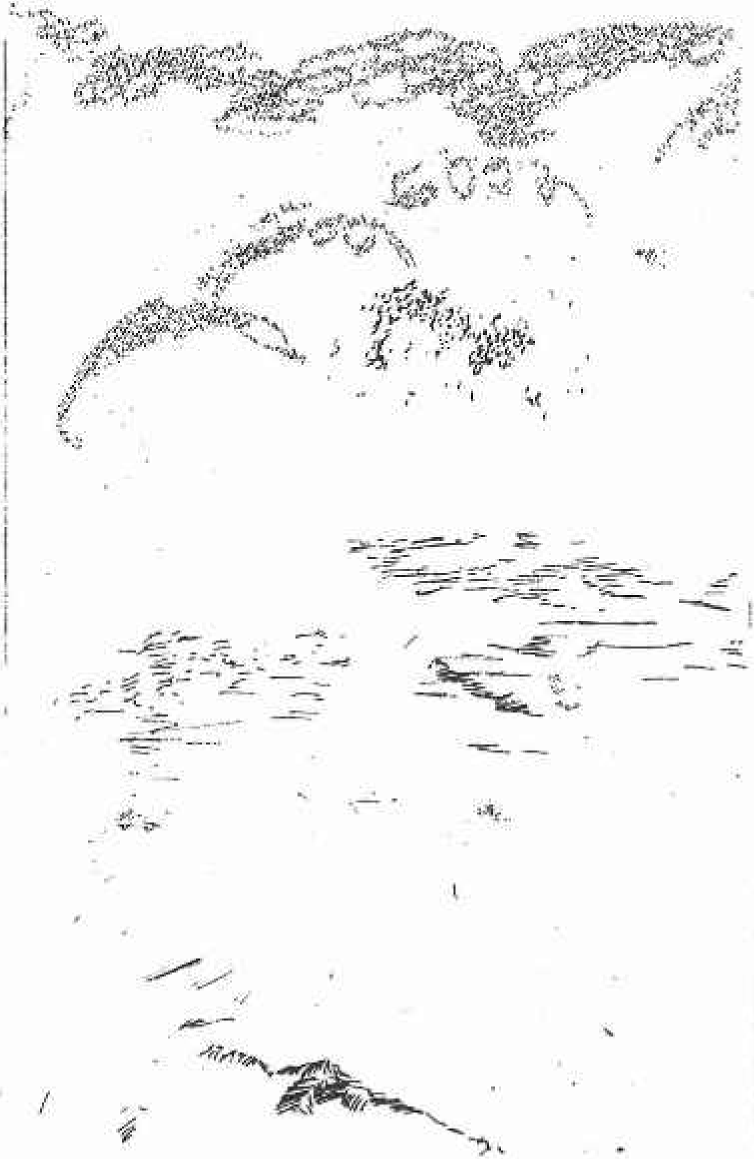

بھی پسند آئی۔

دوسری طرف قابیل نے بھی قربانی کے طور پر اپنی چیز پیش کی۔ مگر اس کی چیز کیا تھی؟ گندم کی چند سوکھی ہوئی بالیاں!"

بھائی جان بولے: "اس نے سوچا ہوگا کہ گندم کی سوکھی بالیوں کو آگ جلد پکڑے گی"

اس پر دادی جان ہنس پڑیں۔ کہنے لگیں: "ہو سکتا ہے اس نے یہی سوچا ہو۔ لیکن اگر اس نے یہ سوچا بھی ہو تو یہ اس کی حماقت تھی"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "کیوں دادی جان؟ کیوں حماقت تھی؟ آگ تو واقعی سوکھی ہوئی لکڑی کو جلد پکڑتی ہے؟"

کہنے لگیں: "اللہ تعالیٰ کا حکم یہ تو نہیں تھا کہ قربانی کے طور پر ایسی چیز پیش کرو جس کو آگ جلد پکڑ لے۔ وہاں تو حکم یہ تھا جو تمہاری نظر میں اچھی سے اچھی چیز ہو وہ پیش کرو"

میں نے کہا: "ہو سکتا ہے قابیل کی نظر میں

سوکھی بالیاں ہی اچھی سے اچھی چیز رہی ہوں۔"

دادی بولیں: "اگر ایسا ہوتا تو اس کی قربانی قبول ہوتی۔ مگر قربانی قبول ہوئی ہابیل کی! اس سے کیا ثابت ہوا۔ بتاؤ!"

میں نے کہا: "اس سے تو یہی ثابت ہوا کہ اچھی سے اچھی چیز قابیل نے پیش نہیں کی تھی بلکہ اچھی سے اچھی چیز ہابیل نے پیش کی تھی۔"

دادی اماں نے کہا: "یہ بھی حقیقت ہے مگر اس سے زیادہ بڑی سچائی یہ ہے کہ ہابیل نے جو کچھ بھی پیش کیا بڑے خلوص کے ساتھ پیش کیا۔ اس کے علاوہ وہ متقی انسان تھے۔ ان کے مقابلے میں قابیل کا کردار اچھا نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ بدکردار کو پسند نہیں کرتے۔ اس کی قربانی کیا قبول کرتے؟"

"تو مطلب یہ کہ ہابیل کے مینڈھے کو آگ جلا گئی؟" بھائی جان نے پوچھا۔

اور دادی اماں نے کہا: "ہاں! اس طرح ثابت ہو گیا کہ ہابیل ہی اپنے باپ کے جانشین بننے کے

لائق تھے۔ مگر اس واقعے کے بعد قابیل کو یہ خیال نہیں آیا کہ وہ اپنے کرتوتوں پر نظر ڈالے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور گناہوں سے توبہ کرے۔ البتہ ہوا تو یہ ہوا کہ اس کے دل میں ہابیل کے خلاف نفرت اور حسد کی آگ تیز ہوگئی۔ اس نے کہا:

"ہابیل! میں تجھے مار ڈالوں گا۔"

ہابیل نے جواب دیا: "بھائی جان! اللہ تعالیٰ قربانی ایسے لوگوں کی قبول کرتے ہیں جو متقی ہوں۔"

میں نے کہا: "دادی اماں! آپ متقی کا لفظ پہلے بھی استعمال کر چکی ہیں۔ اس لفظ کے معنی کیا ہیں؟"

دادی اماں نے بتایا: "متقی اس کو کہتے ہیں جو اللہ کے حکم پر چلتا ہو اور اس کی نافرمانی سے بچتا ہو۔ جب کہ یہ صفت قابیل میں نہیں تھی۔ وہ ہر معاملے میں من مانی کرتا تھا۔ ماں باپ کا بھی نافرمان تھا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی بھی پروا نہیں کرتا تھا۔"

دادی اماں یہ کہہ کر رک گئیں۔ پھر انہوں نے پوچھا: "میں اصل قصہ کیا کہہ رہی تھی؟"

میں نے یاد دلایا: "ہابیل نے کہا۔ بھائی جان اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی قربانی قبول کرتے ہیں جو متقی ہوں۔"

اور دادی اماں آگے چل پڑیں: "ہاں! انہوں نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ مجھے مار ڈالنا چاہتے ہیں تو یہ آپ کی مرضی ہے، میں آپ کو نہیں ماروں گا۔ کیونکہ میں اپنے اللہ سے ڈرتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے سب کاموں کی خبر ہے۔ وہ دلوں کے اندر چھپی ہوئی باتوں کو بھی جانتے ہیں۔ جائیے مجھے قتل کر کے جہنم میں چلے جائیے! میں جہنم میں جانا نہیں چاہتا کیونکہ وہ بہت تکلیف کی جگہ ہے۔"

اپنے چھوٹے بھائی کی ان باتوں کا بھی قابیل کے دل پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اُدھر شیطان تاک میں تھا، قابیل کے پاس آکر کہنے لگا:

"تم نے دیکھا؟ تمہارے بھائی کی قربانی قبول کر لی گئی اور تمہاری قربانی قبول نہیں کی گئی۔ کیا تم اس کی وجہ جانتے ہو؟"

قابیل نے کہا: "نہیں!"

شیطان بولا: "ہابیل چوری چھپے آگ کی پوجا کرتا ہے۔ اسی لیے آگ آئی اور اس نے اس کا مینڈھا جلا دیا۔ اگر تم آئندہ اپنی کامیابی چاہتے ہو تو تم بھی آگ کی پوجا شروع کر دو۔"

قابیل شیطان کے بہکاوے میں آ گیا اور بولا: "بہت اچھا! تو میں ایک بہت بڑا آتش کدہ بنواؤں گا اور اس میں بیٹھ کر آگ کی پوجا کروں گا۔"

میں نے پوچھا: "دادی اماں! یہ آتش کدہ کیا ہوتا ہے؟"

دادی اماں نے بتایا: "جو لوگ آگ کو خدا مانتے ہیں وہ اس کی پوجا کرتے ہیں اور اس کام کے لیے جو عبادت خانہ بناتے ہیں اس کو آتش کدہ کہتے ہیں۔"

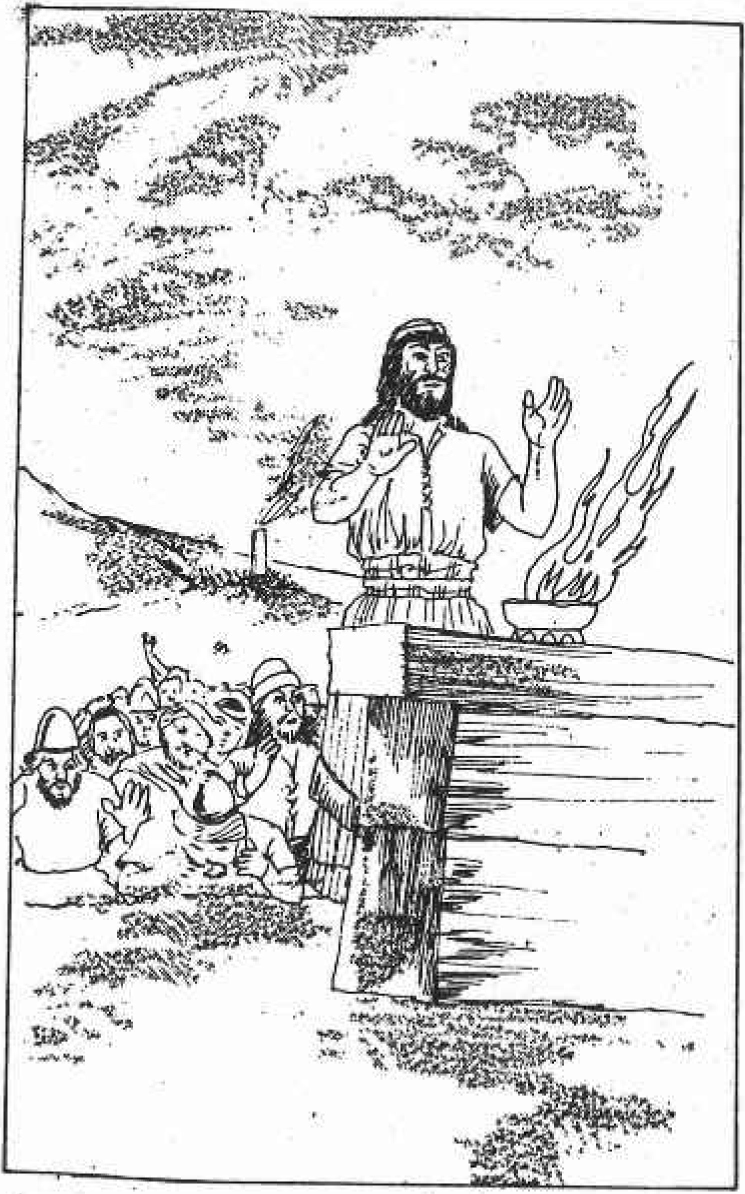

میں نے کہا: "خیر۔ تو آگے کیا ہوا؟"

دادی اماں: "شیطان نے جب دیکھا کہ قابیل نے اس کی بات مان لی ہے تو اسے ایک اور فریب دیا۔ کہنے لگا:

"تمہارے چھوٹے بھائی کو ایک رتبہ مل گیا ہے۔ اب وہ اور دوسرے لوگ تمہیں حقیر جانیں گے۔ تمہارا مذاق اڑائیں گے۔ اس سے پہلے تم ہی اس کا مذاق اڑاؤ اور جہاں کہیں وہ ملے اسے پتھر مارو۔"

کہتے ہیں کہ جب قابیل نے ہابیل سے کُھلّم کُھلّا دشمنی شروع کر دی تو اماں حوّا نے اسے سمجھانے بجھانے کی کوشش کی تھی۔ مگر اس پر اپنی ماں کی باتوں کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا، کیونکہ وہ ایک ناسمجھ، کمشعور اور بے ادب شخص تھا۔ آخر یہی ہوا کہ ایک دن موقع پاکر اس نے اپنے بھائی ہابیل کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

میں نے پوچھا: "کس چیز سے مارا؟"

دادی اماں: "یہ بھی کہا جاتا ہے کہ پتھر کھینچ مارا تھا جس سے ہابیل کی موت واقع ہو گئی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی اور طرح مارا ہو۔"

میں نے پوچھا: "پھر کیا ہوا؟"

دادی اماں نے بتایا: "قابیل اپنے بھائی کی لاش لیے لیے پھرا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ اس لاش کا کیا کرے؟ ان دنوں زمین پر انسانوں کی آبادی بہت کم تھی اور ہابیل سے پہلے کوئی شخص مرا نہیں تھا۔ اس لیے قابیل نہیں جانتا تھا کہ لاش کو دفن کیا جانا چاہیے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے دو کوّے بھیج دیے۔ یہ کوّے کائیں کائیں کرتے ہوئے اڑ رہے تھے اور ایک دوسرے کو ٹھونگیں مار رہے تھے۔ اتفاق سے ایک کوّے نے دوسرے کوّے کے سر پر ایک ایسی ٹھونگ رسید کی کہ وہ بیچارا خون میں لت پت ہو کر گر پڑا اور مر گیا۔ دوسرا کوّا دیر تک کائیں کائیں کرتا رہا۔ پھر اس نے

اپنی چونچ سے زمین کھودنا شروع کر دی۔ اس نے زمین کھود کر خاصا بڑا گڑھا تیار کر لیا۔ پھر اپنے مردہ ساتھی کی لاش اس گڑھے میں کھینچ لے گیا۔ اس کے بعد پنجوں سے کام لے کر مٹی برابر کر دی۔

قابیل نے کوّوں کے اس واقعے کو غور سے دیکھا۔ اس نے بھی زمین کھودی، قبر تیار کی اور اپنے بھائی کی لاش کو اس قبر میں اتار کر مٹی برابر کر دی۔"

میں نے پوچھا: "اب تو ہابیل رہ نہیں گئے، پھر کیا قابیل اپنے باپ کا جانشین بن گیا؟"

دادی اماں: "نہیں! جب بابا آدمؑ کا آخری وقت آیا تو قابیل اور ہابیل کا یہ پورا واقعہ بہت مشہور ہو چکا تھا۔ اس واقعے کا اماں حوّا اور بابا آدمؑ دونوں کو بڑا دکھ تھا۔ ان کے علاوہ تمام لوگوں کو اس کا صدمہ ہوا۔ اس کی وجہ سے قابیل سب کی نظروں سے گر گیا۔ سب لوگ اس سے نفرت کرنے لگے۔ اسی دوران بابا آدمؑ کا

انتقال ہو گیا۔ کہتے ہیں بابا آدمؑ کے ایک اور بیٹے ہبتہ اللہ تھے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم لے کر ان کے پاس حضرت جبرئیل آتے۔

میں نے پوچھا: "کون جبرئیل؟ کیا وہی جو ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے تھے؟"

دادی اماں: "ہاں وہی جبرئیل! ان کا کام ہی اللہ کے نبیوں کے پاس آنا اور انہیں اللہ کا حکم پہنچانا ہے۔ اسی لیے وہ دنیا کے تمام پیغمبروں کے پاس جاتے رہے اور انہیں اللہ کا حکم پہنچاتے رہے۔"

میں نے پوچھا: "دادی اماں پھر تو ان کی عمر بڑی ہوئی؟"

دادی اماں: "وہ ملائکہ میں سے ہیں۔ ملائکہ قیامت سے پہلے نہیں مرتے۔"

بھائی جان: "پھر تو وہ اب بھی زندہ ہوں گے؟"

دادی اماں: "بالکل! ان کے زندہ ہونے میں کیا شک ہے؟"

میں نے پوچھا: "دادی اماں! ملائکہ کا مطلب کیا ہے؟"

دادی اماں: "بڑے ہو کر اس کا مطلب بہتر طور پر سمجھ سکو گے۔ ویسے یوں سمجھو کہ انسان کو جس طرح اللہ تعالیٰ نے مٹی سے بنایا اور اس سے پہلے جنوں کو آگ سے پیدا کیا۔ اسی طرح جنوں سے بھی پہلے ملائکہ کو نور سے پیدا کیا تھا۔"

یہ کہہ کر دادی اماں پھر رک گئیں۔ پوچھنے لگیں: "میں اصل قصہ کیا بیان کر رہی تھی؟"

اس دوران اصل قصہ میں بھی بھول چکا تھا۔ مگر بھائی جان نے یاد دلایا: "وہی بابا آدمؑ کے ایک بیٹے اور تھے، ہبتہ اللہ!"

دادی اماں: "ہاں! کہتے ہیں ان کا نام ہبہ اللہ تھا۔" یہ کہہ کر دادی اماں پھر رکیں۔

بھائی جان نے یاد دلایا: "حضرت جبرئیلؑ ان کے پاس آتے۔"

اس پر میں نے پوچھا: "دادی اماں! پھر تو وہ پیغمبر ہوئے؟"

دادی اماں: "ہاں! بابا آدمؑ کے بعد جب حضرت جبرئیل ان کے پاس آئے تو بے شک وہ پیغمبر ہوئے۔ تب جبرئیلؑ نے انہیں جس طرح تعلیم دی اس طرح انہوں نے اپنے باپ کے کفن دفن کا کام انجام دیا۔"

میں نے کہا: "لو بھئی! قابیل تو پھر بھی قابیل ہی رہ گیا!"

بھائی جان: "نرا احمق تھا۔ چلا تھا اللہ سے لڑائی لڑنے!"

دادی جان: "اسی پر بس نہیں۔ شیطان نے اسے ایک اور چکر بھی دینا چاہا۔"

"جی!" میں نے کہا: "وہ کس طرح؟"

"وہ اس طرح:" دادی اماں نے بتایا: کہ شیطان سیدھا اس کے پاس پہنچا اور بولا: "قابیل! تم اپنے باپ سے کٹے رہے۔ تم نے انہیں من مانی کرنے

دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے تمہارے ایک اور چھوٹے بھائی کو اپنا جانشین بنا دیا۔ لیکن اب جب کہ وہ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ تم آسانی سے ہبتہ اللہ کو محروم کر کے لوگوں کے سردار بن سکتے ہو۔ پھر لوگ تمہارا ہی احترام کریں گے۔"

"قابیل نے شیطان کی یہ بات سنی، مگر ایک تو قابیل کی عمر زیادہ ہو چکی تھی۔ اوپر سے گناہ کی زندگی گزارتا تھا، اس لیے کمزور ہو چکا تھا۔ اس کے علاوہ ...."

میں نے بات کاٹی: "دادی اماں! کیا گناہ کی زندگی گزارنے سے آدمی کمزور ہو جاتا ہے؟"

دادی اماں: "ہاں! ہوتا ہے کمزور۔ آدمی کا جسم بھی کمزور ہوتا ہے اور اس کی روح بھی کمزور ہوتی ہے —— خیر تو قابیل کمزور ہو چکا تھا اور سب لوگ اس سے نفرت بھی کرتے تھے۔ وہ ہابیل کو مار کر اتنا ذلیل ہو چکا تھا کہ

اب اس کی سرداری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اب اس کی ہمت نہیں تھی کہ ایک بار پھر اپنے ایک اور بھائی ہبتہ اللہ کے مقابلے پر کھڑا ہوتا۔ بس شیطان کی بات سن کر خاموش رہ گیا۔"

میں نے کہا: "پھر کیا ہوا؟"

دادی اماں: "ظاہر ہے قابیل اپنی عمر گزار کر اس دنیا سے رخصت ہوا۔ مگر آج بھی وہ دنیا کا سب سے پہلا قاتل مشہور ہے۔ اسی لیے جب کبھی کوئی آدمی بے قصور قتل کیا جاتا ہے تو گناہ کا ایک حصہ قابیل کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ دنیا میں بے جرم و خطا محض حسد کی بنیاد پر قتل کا موجد ہوا ہے۔"

بھائی جان نے کہا: "احمق کہیں کا۔ اچھے لوگوں کا سردار تو بنا نہیں۔ قاتلوں کا سردار بن گیا۔"

دادی جان: "ہاں وہ دنیا کے قاتلوں کا سردار بن کر رہ گیا۔"

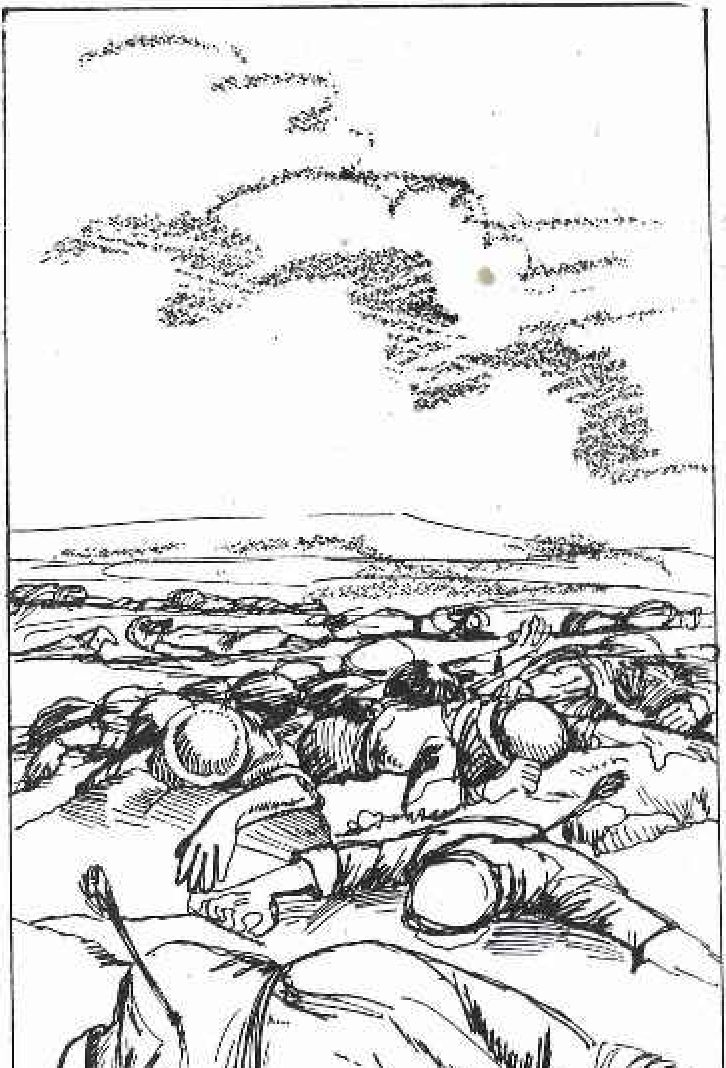

میں نے کہا: "دوسرا حاسد پہلا قاتل!"

دادی اماں میری بات سن کر ہنس پڑیں۔ کہنے لگیں: "تم ٹھیک کہتے ہو۔" پھر انھوں نے ہمیں ٹافیاں دیں اور ہمیں اپنے پاس سے رخصت کیا۔

دِل چسپ اور معلوماتی کہانیاں

بچّوں کا اسلامی ادب

- آدمؑ اور حوّا
- قتل کا مُوجِد
- جنّت کی سیر
- عجیب اُونٹنی
- عُمر دراز کیوں
- ہُودؑ و عا
- ملکۂ سبا
- بہشتی مینڈھا
- آگ بنی گلشن
- لُقمان حکیم

قیمت ۷/ روپے